درس نمبر 32

دروس سلوک وتصوف

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی

مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء، رسل، پیغمبروں اور اولیاء کاملین کے تذکروں اور صحبتوں کے احوال میں سالکین طریقت کے لئے علم وحکمت اور عبر ونصیحت کے انمول خزانے ہوتے ہیں۔ ان خدا رسیدہ ہستیوں کے واقعات طالبان حق کے لئے پند ونصائح کے مصادر ومنابع ہوتے ہیں، سلوک ومعرفت کے طالب علموں کی تعلیم و تربیت کے لئے قرآن حکیم میں جگہ جگہ ان نفوس قدسیہ کے واقعات و امثال بیان کئے گئے ہیں۔ قوم نمرود کواکب پرستی، مظاہر پرستی اور اصنام پرستی کی لعنت میں گرفتار تھی، نمرود خود بھی طاقت اور اقتدار کے زعم میں خدائی کا دعویٰ کرتا تھا، اس کی مشرک قوم اس کے سامنے سجدے کیا کرتی تھی، کسی انسان کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ صرف اس کی عزت، تکریم، پوجا اور پرستش کرنے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے، بلکہ گمراہ لوگ آمر کی زبان سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو خدائی قانون کا درجہ دیتے ہیں، اس کے ہر حکم کو خدائی حکم سمجھ کر اس کی بجا آوری کو فرض سمجھتے ہیں اور ایسے خودسر اور سرکش حکمران کے افعال کے فوائد ونقصانات پر سوچنے تک کو حرام سمجھتے ہیں۔ انسانی سوچ اور عقل وفہم کی انتہائی پست واسفل حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ الوہی احکامات کے مقابلے میں ایک فاسق و فاجر انسان اور جابر و آمر حکمران کے انسانیت سوز احکامات کی بجا آوری کے لئے تاویلات بھی خود گھڑتی ہے اور خود اس کے ظلم و جبر کا شکار بھی رہتی ہے، ذہنی غلامی انسان کو جس انحطاط فکر کا شکار کرتی ہے، اس کے اثرات صرف ایک خاندان، قبیلے اور قوم تک محدود نہیں ہوتے ہیں، بلکہ پوری مہذب دنیا اُس سے متاثر ہوتی ہے۔ نمرود کا زمانہ بھی انسانی تاریخ کا سیاہ ترین دور تھا، اس عہد کے بھیانک واقعات صرف اُس وقت کے بادشاہ نمرود اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق نہ تھے، بلکہ یہ طرز حکمرانی خاندان نماریدکے سب بادشاہوں کا وطیرہ تھا، فرق یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد کے بادشاہ نمرود نے اللہ کی نافرمانی اور سرکشی کی حد کردی، اس کے دور حکومت میں اس کی وسیع وعریض سلطنت کا تمدنی، معاشی، سیاسی، اخلاقی، عملی اور روحانی نظام مکمل تباہ ہو چکا تھا، اور اطراف

و اکناف عالم پر بھی اس ظالم و قاہر بادشاہی کی خرابیوں کے اثرات قائم ہو چکے تھے۔

ہر طرف وحشت و جہالت کا دور دورہ تھا، بہیمانہ طاقت کی حکمرانی تھی، عدل و انصاف کا نام و نشان مٹ چکا تھا، بادشاہ کی پیروی کرنے والے اس کے امراء اور حکام ظالم، بے رحم اور سنگدل تھے، لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا۔ رعایا غلام تھی، نسل انسانی گرفتار کرب و بلا تھی، انسانی عقل، سوچ اور فکر مفلوج تھی، ذہنیت غاصبانہ اور عقیدت غلامانہ تھی۔ نمرود نے جھوٹی خدائی کا روپ دھارا ہوا تھا، اس کے وزیر، مشیر اور امراء ارباباً مِن دُونِ اللّٰہ بنے بیٹھے تھے۔ ان کے وحشیانہ چنگل میں عوام بے بس تھی اور بے حسی کی زندگی گزار رہی تھی، ایمان و صداقت مفقود اور اللہ کی اطاعت نابود تھی، مقدمات کا فیصلہ نمرود اور اس کی پارٹی کے منصبداروں کے اشاروں پر ہوتا تھا، انصاف عنقا اور قانون کا وجود ناپید تھا، اونچے طبقات میں شراب نوشی اور عصمت فروشی عام تھی، عیش و عشرت کو فن لطیف کا درجہ حاصل تھا، گانا بجانا، رقص و سرود، عریانی، برہنگی، فحاشی اور مرد و زن کا کھلا اختلاط اونچی تہذیب اور ثقافت کی علامت تھے۔ جن پر فخر کیا جاتا تھا، اخلاقی اور روحانی فلاح کا ہر صحت مند تصور زنگ آلود تھا۔ غریب اور مفلوک الحال عوام مصیبتوں اور محرومیوں میں گھرے ہوئے تھے، خودکشیاں معمول بن چکی تھیں، جبری بیگار عام تھا، لاغر مزدوروں کو قتل کیا جاتا تھا، غریبوں کے لئے زندگی عذاب اور لعنت بن چکی تھی۔ ہر طرف بدترین انارکی تھی، نمرود کی طرح اس کی پوری قوم جہالت کے مکروہ شکنجہ میں گرفتار تھی، کاہن، پجاری، پروہت اور مذہبی ٹھیکہ دار اللہ سے بیگانہ اور جاہلیت کا شکار تھے، انہوں نے عوام الناس کو طرح طرح کے خودساختہ رسومات کا عادی بنادیا تھا، دیوتاؤں کے استھانوں پر قربانیوں، نذر نیاز، چڑھاؤں، حلوے مانڈے، زردہ پلاؤ کی دیگوں، ہدیات وعطیات اور شکرانوں سے پجاریوں اور پنڈتوں کا کاروبار حیات چل رہا تھا، عقیدت کے نام پر یہ ان کا پیشہ اور روزگار تھا، اسی سے ان کے آستانوں کا بھرم قائم تھا، عوام بھوکوں مر رہی تھی۔ لیکن پنڈت پجاریوں اور استھانوں پر قابض خاندانی ٹھیکہ دار پروہتوں کی عقیدت میں مدہوش وہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے نذرانے دینے پر مجبور تھی، جو لوگ ایسا نہیں کرتے تھے، ان کے بارے میں فتویٰ دیا جاتا کہ ان کے بخل کی وجہ سے دیوتا ناراض ہوکر پوری قوم کو تباہی اور ہلاکت سے دوچار کردیں گے، اس پر لوگ اُس شخص کا حقہ پانی بند کر کے اُسے موت کے گھاٹ اتار دیتے، یہ اُس دور کے آستانوں کے مجاور تھے، جو انسانوں کو اللہ کی بجائے اپنی کثرت اور طاقت سے خوفزدہ رکھتے تھے۔

انسانیت کی تباہی اور بربادی کا یہ وہ دور تھا، جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نوع انسان کی اصلاح و فلاح کے لئے حضرت ابراہیم علیہ التحیۃ والثنا کو مبعوث فرمایا۔ اس سے قبل جب بھی دنیا میں انسانیت پر ایسا برا وقت آتا

تھا، اللہ جل مجدہٗ اپنے برگزیدہ انبیاء، رسل، پیغمبروں، اولیاء اور صالحین کو اصلاح احوال کے لئے مبعوث فرماتا تھا، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک مختلف ادوار میں جلیل القدر پیغمبر اور انبیاء کا نزول ہوتا رہا، حضرت نوح، حضرت ادریس، حضرت ہود، حضرت صالح علیہم السلام اور ان کے اقوام کے حالات تفصیل سے قرآن حکیم میں مسلمانوں کی راہ نمائی کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ ان اساطیر الاولین میں مسلمانوں کے لئے عبرت اور نصیحت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید مطلقہ، حاکمیت اعلیٰ اور اُسے ہی معبود ماننے پر قائم رہیں۔ اس کی رضا کے حصول کے لئے جدوجہد کریں اور کسی حالت میں بھی اللہ کی باغی مخلوق سے خیر اور استعانت کی امید نہ رکھیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے تقرب اور وصول الی اللہ کا واحد وسیلہ نبی محتشم ﷺ کی ذات مقدسہ ہے۔ ان کے احکامات اور سنت کی پیروی نجات کا ذریعہ ہے۔

قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر تقریباً پچیس سورتوں اور تریسٹھ آیات کریمہ میں ہوا ہے۔ آپ کی عظمت شان کے پیش نظر آپ کے واقعات، حالات اور اوصاف کا بیان مختلف اسلوب کے ساتھ بار بار کیا گیا ہے۔ جس کا مقصد لوگوں کی تعلیم و تربیت، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عملی توحید کے بیان کے لئے آپ کی حکمت بالغہ، نامساعد حالات کے مقابلے کے لئے آپ کی استقامت، عزم، حوصلہ، جوانمردی، جرات و بہادری، اللہ کی راہ میں آپ کی ہجرت، تبلیغ و تدریس، عبادت الٰہی کے لئے کعبۃ اللہ کی از سر نو تعمیر، اپنے بچوں اور عزیزوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے آپ کی بے پناہ جدوجہد سے استفادہ کرنا ہے۔ ان واقعات و حالات میں راہ سلوک پر چلنے والے سالکین کے لئے تعلیم اور تربیت کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ قرآن حکیم فرقان مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ''اور یقیناً ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو پہلے ہی سے سمجھ بوجھ بخشی تھی اور ہم اس کے حال) سے بخوبی واقف تھے''۔ (الانبیاء:۵۱)

انبیاء، پیغمبر اور رسل علیہم السلام پیدائشی ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تلمیذ الرحمان اور خلیل اللہ تھے۔

آپ (علیہ السلام) کو بھی شروع ہی سے رشد و ہدایت اور بصیرت حق سے نوازا گیا تھا، بچپن ہی سے آپ کو یقین کامل تھا، کہ آپ کی قوم کے لوگ جن بتوں کو تراشتے ہیں۔ انہی کو پوجتے ہیں، یہ ایسے بت ہیں، جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ کسی کی پکار کا جواب دے سکتے ہیں۔ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے گھر کے لوگ بھی اسی شرک میں مبتلا تھے، اُن کے چچا آذر بھی اس بیماری کا شکار تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعوت و تبلیغ کے کام کا آغاز اپنے گھر، خاندان اور قوم سے کیا

اور سب سے پہلے توجہ اپنے گھر کے افراد کی اصلاح کے لئے فرمائی۔ قرآن حکیم کے سورہ انبیاء کے پانچویں رکوع میں اہل سلوک وطریقت کے لئے تصوف اور احسان کے بہترین اسباق ہیں۔ جس کا پوری توجہ سے پڑھنا اور سمجھنا بہت ضروری ہے۔ لازم ہے کہ سالکین طریقت، حقیقت کی معرفت کے لئے قرآن، حدیث اور فقہ کے ضروری علوم سے بہرہ ور ہوں، سلوک کی وادی میں قدم رکھنے سے پہلے سالک کے لئے لازم ہے کہ وہ قرآن و سنت کی روشنی میں عقائد صحیحہ سے واقف ہو، وہ جب کسی شخص کے ہاتھ میں زندگی کی سب سے بڑی امانت یعنی ''ارادت'' دینے کا ارادہ کرے تو پہلے اسے یہ یقین ہو کہ وہ اس امانت کی ذمہ داری قبول کرنے کا اہل ہے۔ اس کا بننے والا شیخ، پیر اور مربی شریعت اور طریقت میں کماحقہٗ اس کی راہ نمائی کر سکے گا، اور اس کو رشد و ہدایت کی منزل پر پہنچا سکے گا۔

شریعت اور طریقت کی تعلیم اور تربیت بہت بڑی امانت ہے۔ جس کی تدریس عدل و انصاف کی متقاضی ہوتی ہے، اہل سلوک و تصوف کی تعلیم و تربیت کا فریضہ اس راہ سے واقف اہل علم وحکمت ہی ادا کر سکتے ہیں۔ مسند رشد و ہدایت کے حقیقی سجادہ نشین اکثر قرآن حکیم کی سورہ نساء کی آیات کریمہ ۵۸ اور ۵۹ سے اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ وہ بار بار ان آیات کریمہ کی تلاوت کرتے ہیں۔ انہیں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے توفیق کی طلب کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک شاگردوں اور مریدوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح احوال کی ذمہ داری اللہ جل مجدہٗ کی جانب سے ایک بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ارشار ربانی ہے:

''بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم (ہر قسم کی) امانتیں ان لوگوں کے سپرد کردو جو اُن کے اہل اور حقدار ہیں اور (اے امانت کی ذمہ داری قبول کرنے والو) جب تم لوگوں کے درمیان (ہر قسم کے) فیصلے کرو، تو عدل اور انصاف سے کرو''۔

(امانت اللہ کی بھی ہے اور بندوں کی بھی۔ سب واپس کرنا ہے، امانت الٰہی، کتاب اللہ، احکام شریعہ، علم الٰہی کی فہم، اللہ کی حاکمیت مطلقہ کے احساس کو پوری طرح سمجھ کر اس کے بندوں تک پہنچانا) ''اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو، تو عدل (انصاف) کے ساتھ فیصلہ کرو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ تم کو کیسی اچھی نصیحت کرتا ہے'' (امانت اور عدل پر رہنا ہی نعمت ہے) بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے (عدل میں سماعت اور بصارت دونوں کو دخل ہے) (جو لوگ دنیا میں امانت کی پاسداری کرتے ہیں اور معاملات میں عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں اللہ ان کا مرتبہ یہاں بھی بلند کرتا ہے اور آخرت میں بھی وہ بلند مرتبہ پر فائز ہوں گے، اللہ تعالیٰ لوگوں کو امانت کی کماحقہ پاسداری کرنے والوں کی اطاعت کا حکم دیتا ہے)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، (اللہ کے) رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے جو حاکم ہوں، ان کی اطاعت کرو'' فرائض میں اللہ کی اطاعت، سنت میں رسول کی اطاعت، صاحب امر، خلفاء اربعہ، صحابہ کرام، ارباب عقول، پیران طریقت، ارباب حکومت اور لشکروں کے حاکم سب شامل ہیں، خود کتاب و سنت کے تابع اور پابند رہو اور جو حکم دینے والا قرآن و سنت پر چلے، اُس کا کہنا مانو، اگر ایسا ہو، تو نفوس مطمئن رہیں گے اور آپس میں نزاع نہ ہوگا، تنازعات نہ اٹھیں گے، فساد نہ ہوگا، دل برائی کی باتوں کی طرف نہیں کھینچے گا، بدگمانی، سوء ظن، حسد، انتقام، غیبت، جھوٹ، بدگوئی، مکر و فریب، ریاکاری اور دجل و فریب سے بچ جاؤ گے ایک دوسرے کے خلاف سازش کرنے سے بچ جاؤ گے، گندی سیاست، ایکدوسرے کی ٹانگ کھینچنا اور اقتدار کے حصول کی ناجائز جنگ ختم ہوجائے گی پھر بھی اگر کسی مسئلہ پر تمہارا اختلاف یا نزاع ہوجائے، حق بات واضح نہ ہوتو (ایسی صورت میں) اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرلو (یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول اللہ کی شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلہ کراؤ) اگر تم اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو (یہ جو کہا گیا) یہی بہتر ہے اور اس کا انجام اور بھی نیک ہے (یاد رکھو اللہ اور رسول کے احکام کے مخالف کسی کا حکم ماننے کے قابل نہیں، خدا اور رسول کی اطاعت ابدالآباد تک ہے باقی سب کی ایک حد تک محدود ہے، چاہے وہ کوئی شخص ہو یا ادارہ، پارلیمنٹ ہو یا سینٹ، جس کا حکم یا بنایا ہوا قانون شریعت مطہرہ کے مطابق نہ ہو، مسلمان کے لئے اس کا ماننا واجب نہیں ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے، اگر کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اگر اُسے یقین کامل ہو، کہ اس کا رب، پالن ہار، معبود، مسجود، عزت، ذلت، صحت، تندرستی، بیماری، مال، دولت، اولاد دینے والا اللہ ہے اور کوئی دوسرا نہیں ہے، دنیا کی زندگی انتہائی قلیل ہے اور ہر نفس نے بہت جلد اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے، اور قیامت کی زندگی ہی ابدی ہے، ایسا شخص جو اس عملی توحید کا مظاہرہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں کر کے دکھائے وہی اللہ کی دی ہوئی عظیم الشان امانت اور نعمت ''زندگی'' کی حفاظت کرتا ہے اور وہی اس سے حقیقی معنوں میں مستفید اور مستفیض ہوتا ہے، یہی لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والے حقیقی مومن ہوتے ہیں۔ کتاب اللہ کے ساتھ سنت نبوی اور اللہ کی اطاعت کے ساتھ شریعت لازم وملزوم ہیں، اور یہ جو اصول بتادیا گیا، یہ ہی دنیا میں حقیقی کامیابی کا راز ہے اور یہ ہی حقیقی سلوک، تصوف اور احسان ہے، جس کا انجام بہتر ہے۔

اللہ کی توفیق اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے اہل سلوک ہر کام اور سلوک کو امانت، دیانت اور عدل سے متصوف، پاکیزہ اور مصفٰی بنا کر مرتبہ احسان یعنی تحسین علاقۃ لانسان باللہ اور تحسین علاقۃ الانسان بالانسان پر فائز ہوکر اللہ کی رضا حاصل کرسکتے ہیں۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ